صحیح بخاری کی فنی خصوصیات

(از جناب مولوی محمد سلیم صاحب صدیقی ایم۔ اے)

(۲)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علاوہ ان چار شعبوں کے جن کا ذکر شاہ صاحب نے فرمایا ہے اس کتاب میں ایک بڑا حصہ کلامی مباحث کا بھی پایا جاتا ہے لوگوں نے لکھا بھی ہے کہ کرابیسی اور ابن الکلاب جو اس زمانہ کے متکلمین تھے امام بخاری نے ان کی کتابوں سے کافی استفادہ کیا ہے اور یوں بھی امام بخاری کا زمانہ علم کلام کے انتہائی شباب کا زمانہ تھا خلیفہ ہارون رشید کی وفات کے ایک سال بعد امام کی ولادت ہوئی اور مامون الرشید کی جب وفات ہوئی تو اس وقت امام بخاری اپنی عمر کی چوبیسویں منزل میں تھے اور ۲۵۶ھ میں نصر اول حاکم بخارا کے زمانہ میں ان کی وفات ہوئی اور کون نہیں جانتا کہ ہارون رشید کے عہد سے نصر اول کے زمانہ تک اسلام کی تاریخ کا وہ عہد ہے جس میں مشرق و مغرب کے سارے علوم کا سنگم بغداد بنا ہوا تھا اور ہر قسم کے علوم و فنون کے تراجم عربی زبان میں منتقل ہو چکے تھے امام بخاری نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ اس زمانہ میں جو مباحث چھڑے ہوئے تھے ان سے وہ الگ رہ سکتے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد بخاری شریف میں جن کلامی مباحث کا تذکرہ کیا گیا ہے بڑی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ بعض باتیں تو اس کتاب میں ایسی بھی ہیں جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے "الجنۃ والنار" کے متعلق روحانی یا جسمانی ہونے کا عقیدہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس زمانہ کا کوئی نیا مسئلہ ہے یا فلسفہ اور مذہب کی جنگ سے پیدا ہوا ہے مگر امام بخاری نے یہ لکھ کر کہ

اما النصاریٰ فکفروا بالجنۃ وقالوا لا طعام فیہ ولا شراب [1]	لیکن نصاریٰ (عیسائی لوگ) جنت کے منکر ہیں بایں معنے کہ ان کا خیال ہے کہ جنت میں جنتیوں کو نہ کھانا ملے گا اور نہ پینا،

[1] ھدی ص ۶۰۱

انھوں نے اس راز سے آج سے ہزار سال پیش تر پردہ اٹھا دیا تھا کہ یہ خالص عیسائیت کے عقاید کا جزہے فلسفیانہ تعبیروں میں عیسائیوں کے اس عقیدے کو پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں کہ شاید اس مسئلہ کا تعلق فلسفہ سے ہے اس طرح حور کے متعلق یہ نظریہ کہ جمال وحسن کے ایسے مظاہر کی یہ تعبیر ہے جس کے نظارہ کی تاب آدمی نہ لاسکے میرے خیال میں بخاری ہی نے

یحار فیہا الطرف[1] حور کو حور اس لئے کہتے ہیں کہ نظران کو دیکھ کر حیران اور ششدر رہ کر رہ جاتی ہے۔

کے الفاظ سے اس کی طرف اشارہ کر کے مسئلہ میں کتنی عمیق گہرائی پیدا کر دی ہے۔

اور یہ زمانہ صرف کلامی مباحث وعلم کلام ہی کی ایجاد وارتقار کا نہ تھا بلکہ یہی وہ زمانہ ہے جب علم تصوف نے مسلمانوں میں ایک خاص مکتب خیال کی حیثیت حاصل کر لی تھی بڑے بڑے لوگ صوفیانہ حقایق پر بحث کرنے والے پیدا ہو چکے تھے اور ہم بخاری شریف پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جہاں جہاں امام صاحب کو موقعہ مل سکا ہے ان چیزوں کی طرف بھی کسی نہ کسی شکل میں اشارہ کرتے ہوئے گذر گئے ہیں جن کا حقیقی تعلق علم تصوف سے ہے۔

مثلاً میں ایک ہی چیز کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ قرآن مجید میں نفخ صور کی اصطلاح کا استعمال ایک سے زائد جگہ پر ہوا ہے جو نشأۃ ثانیہ کی دوسری تعبیر ہے الصور کی شرح میں ایک بات تو وہ ہے جو عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے۔ لیکن بخاری کا تے

الصور جمع صورۃ کقولہ سورۃ سورا صور صورۃ کی جمع ہے جیسے سورہ کی جمع سور ہے

چند الفاظ ہی لکھے ہیں لیکن صوفیہ کے نظریہ اعیان ثابتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر بخاری کے اس

---

[1] ھدی ص۱۲۱

اشارہ پر غور کیا جائے اور سمجھا جائے کہ علم الٰہی میں حقایق ممکنہ کی جو صورتیں ہیں جنہیں صور علمیہ اور صوفیہ اعیان ثابتہ کہتے ہیں ان ہی کی طرف تکوینی توجہ جب کی گئی تو کائنات موجود ہوگئی پھر اپنی اس تخلیقی وتکوینی توجہ کو جب خالق قیوم ان سے ہٹا لے گا تو وہ معلوم ہوجائینگی اسی طرح نشاۃ ثانیہ کے وقت پھر ان ہی صور علمیہ کی طرف توجہ ان کی ایجاد کے لئے کافی ہوگی اس قسم کی اور دوسری بہت چیزیں جن کا تعلق تصوف سے ہے ان کا ذکر اس کتاب میں ملتا ہے۔

علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کی اس کتاب میں بعض ابواب یا کتابیں ایسی ہیں جن کی ابتدا رشاد بخاری سے پہلے نہیں ہوئی تھی مثلاً کتاب الوحی کتاب العلم اخبار الجاہلیہ کتاب بدء الخلق کتاب الاعتصام وغیرہ یہ ایسے ابواب ہیں جن کو بخاری کی کتاب سے پہلے کی کسی کتاب میں مستقل حیثیت نہیں دی گئی تھی اور ان کے بعد بھی بہت کم لوگوں کی توجہ ان ابواب کی اہمیت کی طرف ہوئی اگر حدیث کی بعض کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا بھی گیا ہے تو امام بخاری ہی کی پیروی سے تاہم جن نزاکتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام بخاری نے حدیثیں درج کی ہیں ان نزاکتوں کو دوسرے پیش نہ کر سکے۔

مختصر یہ کہ اس امر میں انکار کی گنجائش نہیں کہ بخاری کی کتاب صرف چار ہی ابواب پر نہیں بلکہ تفسیر فقہ مغازی کلام تصوف مواعظ اداب وغیرہ کے علاوہ ہم ان کی کتاب کو ایسے مبسوط ابواب وعلوم پر مشتمل پاتے ہیں جو آج تک کسی ایک کتاب میں جمع نہیں کئے گئے ان میں ہر علم خاص توجہ کا مستحق ہے زندگی کی سینکڑوں مشکلات ان سے حل ہوسکتی ہیں

مطالب کی نزاکتیں | جہاں تک حدیثوں سے نتائج اخذ کرنے کا تعلق ہے وہاں امام بخاری سے پہلے کے محدثین اور بعد کے محدثین میں سے کوئی بھی ان کے پایہ کو نہ پہنچ سکا۔ عوام تو عوام بخاری کے شارحین بھی بسا اوقات امام کے مطلب کی تہ تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے

تو بخاری کی حدیثوں کی ترتیب و تہذیب میں بھی ایک خاص ربط پایا جاتا ہے اگرچہ بعضوں نے تعریضاً کہا ہے کہ بعض مقامات پر ان کا استنباط اجتہاد کے عام قاعدوں سے ہٹ کر بہت دور ہو گیا ہے یہاں تک کہ اس میں شاعری کی جھلک پائی جانے لگی ہے لیکن اس میں امام بخاری کے کام سے زیادہ ان دماغوں کو دخل ہے جن میں بخاری کی گہرائیوں تک پہنچنے کی صلاحیت نہ تھی۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ بخاری کے ابتدائی باب "کتاب الوحی" ہی کو لیجئے۔ اس میں امام صاحب نے اپنی تمام پیش کردہ حدیثوں کے ذریعہ ان تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں جو گہری سے گہری تنقیدی عقل پیدا کر سکتی ہے۔ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے البتہ اجمالی اشاروں سے ہم "کتاب الوحی" کی کچھ اہمیت مثالاً واضح کرنا چاہتے ہیں۔

شاید وحی کے متعلق جو سوالات ذہن انسانی میں آ سکتے ہیں وہ یہی ہو سکتے ہیں۔

(۱) وحی کس کو کہتے ہیں۔

(۲) وحی کے نازل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

(۳) وحی کس طرح نازل ہوئی ہے۔

(۴) وحی محمدی کے نزول کی ابتدا کیسی ہوئی۔

(۵) وحی کے صادق اور کاذب مدعیوں میں امتیاز کا کیا معیار ہو سکتا ہے۔

(۶) وحی محمدی کی حفاظت کے متعلق کیا انتظام کیا گیا یعنی ایسا انتظام کہ غیر متزلزل اعتماد اس پر قایم ہو جائے۔

اب آپ ان چیزوں پر غور کیجئے جنھیں امام بخاری نے کتاب الوحی میں درج فرمایا ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں امام بخاری نے پہلے سوال کا جواب قرآن کی آیت پاک

اِنَّا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ   ہم نے (اے محمد) تم پر اسی طرح وحی کی ہے

نوحٍ والنبیین من بعدہٖ   جیسے نوح اور ان کے بعد پیغمبروں پر کی گئی

پیش کرکے دیا ہے مطلب ان کا یہ ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی تھی اسی طرح رسول کریم پر بھی نازل کی گئی ۔ خاص کرکے وحی کی متعلقہ آیتوں میں سے اسی خاص آیت کا انتخاب امام نے غالباً اسی لئے کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی ذات نسلِ انسانی کے لئے گویا مرکزی وجود کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ وہی موجودہ نسل انسانی کے ابوالاباء ہیں وحی جب ایک ایسی چیز ہے جو نسلِ انسانی کے ابوالآبا پر نازل ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ساری نسلیں جو نوح علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہیں وہ وحی سے واقف ہیں اور یہی واقعہ بھی ہے امام بخاری گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس چیز سے سارے انسانی گھرانے واقف ہیں لہٰذا کسی تعریف کی وہ محتاج نہیں ۔

دوسرے سوال کا جواب " انما الاعمال بالنیات " والی حدیث سے دیا جا سکتا ہے بظاہر تو اس حدیث کا تعلق باب سے بھی نہیں معلوم ہوتا مگر درحقیقت خود یہ ایک مستقل سوال کا جواب ہے جب یہ معلوم ہو گیا کہ اعمال کی قدر و قیمت نیتوں پر منحصر ہے اور ظاہر ہے کہ نسلِ انسانی کا نصب العین بھلا اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کی مرضی کے موافق کام کیا جائے اور خدا کی مرضی معلوم کرنے کا انسان کے پاس سوائے وحی کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہر شخص فرداً فرداً خدا کی مرضی سے واقف ہونے سے رہا اس طرح امام بخاری نے وحی کی ضرورت ثابت کردی یعنی انسانی وجود کا یہ نصب العین کہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گذاری جائے وحی کے بغیر نہ متعین ہی ہو سکتا ہے اور نہ معلوم ہو سکتا ہے ۔

تیسرے سوال کا جواب تو خیر حدیث سے صاف اور صریح طور سے ظاہر ہے اس میں حضرت عائشہ کا بیان پیش کرکے بتلا دیا ہے کہ وحی نازل کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے پیغمبر خود عالم شہادت سے عالمِ غیب کی طرف جاتا ہے اور یہ شکل پیغمبر پر ذرا سخت ہوتی ہے اور

دوسری شکل یہ ہے کہ غیبی وجود یعنی فرشتہ عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف آتا ہے اس میں پیغمبر پر کسی قسم کی سختی نہیں ہوتی، تغیر و انقلاب، جد وجہد کی محنت سب فرشتہ پر پڑتی ہے۔

وحی کی ابتداء والے سوال کا جواب غارِ حرا والی حدیث میں پیش کر کے دیا ہے چوتھا سوال یعنی صادق اور کاذب مدعی کے فرق کا معیار بظاہر اس کا صراحتہً جواب گو بخاری نے نہیں دیا ہے لیکن اگر اس تمام مواد کو جو امام نے اس باب میں پیش کیا ہے سامنے رکھا جائے تو اس کا جواب نہایت آسانی سے مل جاتا ہے انھوں نے جہاں تک میرا خیال ہے، معیار مدعیٔ وحی کے اخلاق و کردار کو بنایا ہے اور رسولِ پاک کے صادق مدعی ہونے کی دو شہادتیں پیش کی ہیں۔ اندرونی و بیرونی، بیرونی تو ورقہ ابن نوفل، ہرقل اور ہرقل کے رومی دوست کا وہ بیان ہے جو انھوں نے علم نجوم کی بنا پر دئے ہیں اور اندرونی شہادتوں میں ایک ایسی ذات کا بیان آپ کے اخلاق و کردار وغیرہ کے بارے میں پیش کیا گیا ہے جو آپ کی خلوت و جلوت ہر جگہ کی ساتھی تھیں میرا اشارہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہے یعنی غار حراء سے پہلی وحی کے مشاہدے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... گھر لوٹے اُس وقت خدیجۃ الکبریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اس کے مشاغل کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا کہ آپ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، بے کاروں کو کام سے لگا دیتے ہیں، دوسروں کا بار خود اٹھا لیتے ہیں، ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں وغیرہ دوسری شہادت آپ کے کردار کے متعلق ایک دشمن یعنی ابو سفیان کا بیان ہے جنہوں نے غلط بیانی سے کام لینے کی سعی کرنی چاہی تھی لیکن بجوہ اس کے اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور پیغمبر کی زندگی کے چالیس سال کے تجربات کا اظہار ہرقل کے دربار میں کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ صدق اور سچائی کے سوا کسی دوسری چیز کا ہم لوگوں کو اب تک تجربہ نہیں ہوا ہے یہ ساری چیزیں آپ کو کتاب الوحی کے پیش کردہ روایتوں سے

معلوم ہو سکتی ہیں۔

آخری سوال کا جواب امام بخاری نے دو طرح سے دیا ہے ایک تو قرآن کی آیت شریفہ

ان علینا جمعه وقرانه ثم ان — ہم ہی پر قرآن کا جمع کرنا ہے اور پڑھانا ہے۔

علینا بیانه — پھر ہم ہی اس کے بیان کے بھی ذمہ دار ہیں

پیش کر کے دیا ہے۔ مگر اس کا تعلق صرف مسلمانوں کی ذات سے ہے یعنی جو قرآن کو خدا کا کلام مانتا ہے کافر ہو جائے گا اگر وہ یہ مانے کہ قرآن میں خدا جن چیزوں کو جمع کرنا چاہتا تھا ان میں بعض چیزیں گم ہوگئیں۔ دوسری چیز تاریخی ہے۔ مسلم غیر مسلم سب پر حجت ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کا آخری دفعہ آپ کو دوبارہ قرآن سنانا اور جس کی پیروی میں مسلمان آج ساڑھے تیرہ سو سال سے ہر سال تراویح میں دنیا کے ہر حصہ میں قرآن کو سنتے ہیں جس کتاب کے ساتھ یہ طرز عمل مسلسل جاری ہو گیا اس کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ اس میں کچھ ردوبدل یا کمی بیشی رہ سکے۔

یہ مختصر خاکہ تھا امام کی دقت نظری اور استنباط معانی کا مگر میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس طرح اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اسی طرح کتاب العلم میں امام صاحب نے تعلیم اور تعلیم کے تمام متعلقہ مسائل معلم کے فرائض، متعلم کے فرائض، تعلیم کا طریقہ، امتحان، تعطیل وقفہ، تناوب (یعنی باری باری سے درس میں حاضری) مردوں کی تعلیم، عورتوں کی تعلیم ان سارے مسائل کے جواب صحیح حدیث کی روشنی میں دئے ہیں بخاری اٹھا کر دیکھئے آپ کو اس سلسلہ میں تقریباً ساٹھ سوالوں کا جواب مل جائے گا لیکن شارحین بخاری نے ان نکات کی طرف نہ خود زیادہ دلچسپی لی ہے اور نہ دوسروں کو ان خصوصیات کی طرف متوجہ کیا ہے۔

بخاری کے تراجم ابواب | تراجم ابواب یعنی حدیث سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس کو باب لکھ کر درج کرنا اور اس نتیجہ کے ثبوت میں متصل سند کے ساتھ حدیث کو پیش کرنا یہ امام بخاری کی ایجاد تو نہیں

ہے بلکہ ان سے بیشتر کے مصنفین حدیث اس طریقہ کو اختیار کر چکے تھے خصوصاً امام مالک نے موطا کو اسی طریقہ پر مدون کیا ہے جس کو ہم پچھلے باب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لیکن جن خاص خصوصیتوں کو ہم بخاری کے تراجم ابواب میں پاتے ہیں ان کو دیکھ کر آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ لوگوں کو حیرت ہوئی حافظ ابن حجر نے ان تراجم کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

هي التي حيرت الأفكار وادهشت العقول والابصار	تراجم نے فکروں کو حیرت میں ڈال دیا لوگوں کے عقول و بصیرتیں یہ دہشت زدہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

اس حیرت و دہشت میں علاوہ دوسری باتوں کے بڑا دخل اس قصہ کو بھی ہے جو عام طور پر مشہور ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی بعض محدثین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے ہر ترجمہ کو اپنی کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر اور منبر اقدس کے درمیان دو رکعتیں نفل پڑھ پڑھ کر درج کیا ہے اس نے تراجم کی اہمیت بہت بڑھا دی ہے لوگ کہتے ہیں کہ امام بخاری ہر دو رکعت کے بعد دعا کرتے تھے اور کچھ واقعی بھی ہے کہ شاید ان کی ان ہی دعاؤں کے اثر کا صدیوں سے یہ تجربہ مسلمانوں کو ہو رہا ہے کہ مشکل سے مشکل اور بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بخاری شریف کے ختم کو ایک کارگر نسخہ پایا گیا ہے [1]

---

[1] انفرادی طور پر لوگوں نے اپنی مصیبت کے وقت میں بخاری کے ختم سے جو راحت پائی ایسے واقعہ تو سینکڑوں ہیں لیکن تاریخ اسلام کا ایک واقعہ شاہد ہے کہ مملکت و سلطنت کے آڑے وقت میں بھی یہ نسخہ کارگر ہوا مسلمانوں پر تاتاریوں کا حملہ کون نہیں جانتا کہ قیامت نہیں تو قیامت سے غالباً کم بھی نہ تھا نہ جانے کتنے شہر جلا دیے گئے اور دریاؤں کے بہاؤ کا رُخ بدل کر جو بہائے گئے ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے اس زمانہ میں مصر و شام ایک ہی امیر محمد قلاؤن نامی بادشاہ کے زیر مملکت تھا جب تاتاریوں کا سیلاب حدودِ شام پر پہنچا تو وہاں کے ایک بزرگ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نامی نے علماء کو جمع کر کے بخاری شریف ختم کرنے کی ہدایت دی سب کو ایک ایک پارہ تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن بخاری کے ختم سے پہلے حضرت

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو

ماسوا اس کے جو ایک بڑی اہمیت جو ان تراجم کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بسا اوقات ترجمہ اور حدیث میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اور اگر معلوم ہوتا بھی ہے تو بہت دور کا یہ ایسی خصوصیت ہے کہ پڑھنے والے کو کتاب شروع کرتے ہی اس عجیب و غریب چیز سے دوچار ہونا پڑتا ہے یعنی باب تو وحی کا ہے لیکن پہلی حدیث اس باب میں بخاری نے درج کی ہے وہ

انما الاعمال بالنیات - الحدیث

والی حدیث ہے مگر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس حدیث اور باب میں نہایت قریبی تعلق ہے یعنی اس کو پیش کر کے وحی کے متعلق جو سوالات پیدا ہوتے ہیں ان ہی میں سے ایک سوال کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیخ تقی الدین تشریف لائے اور اپنے کشف کی بنا پر خوشخبری سنائی کہ مسلمان فتحیاب ہوگئے اور تاتاری منہ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں ڈاک کے آنے پر معلوم ہوا کہ واقعی تاتاریوں کو سخت شکست فاش ہوئی ہے اور مسلمان کامراں رہے -

خیر اس واقعہ کو بھلا دیا جائے تو بھلایا بھی جا سکتا ہے داستان کہن ہوگیا ہے مگر ابھی دنیا کے ذہنوں سے یونانیوں کا حملہ ترکی پر تو نہ نکلا ہوگا کتاب الحاضر الاسلامی میں لکھا ہے کہ جس وقت تمام ترکوں پر مایوسی کے بادل چھا گئے تھے ان کی مرکزیت درہم برہم ہوگئی تھی دنیا یہی سمجھے ہوئے بیٹھی تھی کہ ترکوں کا نشان صفحہ ہستی سے اب مٹا اور اب مٹا اس وقت میدان جنگ سے مصطفٰے کمال پاشا کا تار شیخ سنوسی کو ملتا ہے جو کمال اتاترک ہی کی جماعت میں شامل تھے اور اس زمانہ میں بھنوا س ان کا مستقر تھا کہ بخاری شریف کا ختم کروایا جائے حکم کی تعمیل کی گئی ختم سے پہلے ہی پہلے شیخ سنوسی کے پاس اطلاعات پہنچتی ہیں کہ ترک فتحیاب ہوگئے غالباً اس واقعہ کا یہ اثر ہے کہ جس قدر خوبصورتی اور اہتمام کے ساتھ الگ الگ پاروں میں بخاری شریف ترکی میں چھپی ہوئی ملتی ہے دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں ملتی ترکوں نے مختلف نازک مواقع پر بخاری سے اس سلسلہ میں کام لیا ہے -

جواب دینا مقصود تھا۔ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو مصنف کا کیا قصور اسی طرح کتاب العلم میں ایک باب مناولہ کا قائم کیا ہے اور حدیث بخاری نے اس باب میں قرآن کے جمع کرنے کے متعلق پیش کی ہے۔ مناولہ سے مراد یہ ہے کہ محدث کسی شخص کو اس بات کی اجازت دے دے کہ وہ اس کی بیان کردہ روایتوں کو روایت کر سکتا ہے اگرچہ راوی نے ان حدیثوں کو نہ تو خود محدث کے سامنے پڑھا اور نہ محدث نے پڑھ کر سنایا ان کو بخاری نے جمع قرآن کی روایت پیش کر کے اس طریقہ کے جواز کو ثابت کیا ہے وہ اس طرح کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صوبوں میں قرآن کی نقل بھجوا کر لوگوں کو اجازت دیدی تھی کہ نقل کریں اور پڑھ کر سنائیں ظاہر ہے کہ یہ ایک مناولہ ہی کی شکل ہے امام بخاری کا مطلب یقیناً پورا ہوگیا۔ یہ کام ہے پڑھنے والوں کا اور شرح کرنے والوں کا کہ سمجھیں اور سمجھائیں امام بخاری کی کتاب کا یہ حصہ کافی توجہ اور مستحق محنت ہے۔

علاوہ اس کے بعضوں نے اس چیز کو بھی بے ربطی اور بخاری شریف کا ایک نقص بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعض وقت امام صاحب باب کا ذکر بلا ترجمہ کرتے ہیں یعنی "باب" لکھ کر اس پر عنوان قایم کئے بغیر حدیث پیش کر دیتے ہیں اسی کے برعکس باب میں ترجمہ تو درج کرتے ہیں لیکن حدیث نہیں پیش کرتے اس قسم کی ندرتوں نے اہل علم میں بڑی ہلچل پیدا کر رکھی ہے خام عقلوں کے ایک طبقہ نے اس طرز عمل پر جو اعتراض کیا ہے۔ ان کی نوعیت بقول حافظ ابن حجر کے۔

اعتراض شاب غر علی شیخ
مجرب مکتہل

فریب خوردہ نوسکھ نوجوان کا اعتراض ایک
کہنہ مشق سال خوردہ تجربہ کار بزرگ پر ہے

کی ہے۔ اگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک قسم کا نقص ہی معلوم ہوتا ہے لیکن ارباب تحقیق نے اس طرز عمل کے وجوہ بھی بیان کر دیئے ہیں ———— اس میں بھی اہل فکر

کے دو طبقہ ہوگئے ہیں ان میں سے ایک کا خیال ہے کہ یہ نقص بخاری کی کتاب میں اس وجہ سے رہ گیا کہ آخری ترتیب دینے کا جو ارادہ امام کے پیش نظر تھا اس کا موقعہ ملا اور وفات ہوگئی مگر واقعات کی روشنی میں یہ کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے طبقہ کی رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے اور واقعہ سے قریب بھی ان کا کہنا یہ ہے کہ بخاری نے امتحاناً یہ طریقہ اختیار کیا ہے جہاں حدیث بلا ترجمہ کے ہے وہاں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث سے پہلے بیان کردہ باب کے متعلق کوئی اہم مسئلہ پیدا ہوتا ہے غور کرنے والوں کو چاہیئے کہ اس کی طرف توجہ کریں اور جہاں ترجمہ بلا حدیث کے ہے وہاں سابق یا لاحق حدیث سے اس کا ترجمۂ ثبوت پیدا ہوتا ہے اب یہ پڑھنے والے کا کام ہے کہ اس کو ڈھونڈھ کر نکالے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر واقعی اس استدلال کی روشنی میں ایسے ابواب واحادیث کو دیکھا جائے تو مشکل رفع ہو جاتی ہے غرض کہ امام بخاری کے اس قسم کے طرز عمل کے متعلق عارف شیراز کا وہ مشہور شعر صادق آتا ہے یعنی ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جاست　　　سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست

اربابِ فکر و بصیرت نے اسی بنا پر فرمایا ہے کہ

فقہ البخاری فی تراجمہ　　　امام کی فقہی قابلیت کا پتہ ان کے تراجم سے چلتا ہے۔

تراجم ابواب واحادیث کے تعلق پر بہت سے علماء نے کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں اسکندریہ کے دو عالم ناصر الدین احمد بن منیر اور زین الدین علی ابن منیر خاص شہرت رکھتے ہیں اول الذکر نے چار سو تراجم پر بحث کی ہے اور قاضی بدر الدین جماعۃ نے ان کی اس کتاب کا خلاصہ بھی کیا ہے اسی طرح مغربی افریقہ کے ایک عالم ابن رشید السبتی کا بھی ایک رسالہ اس باب میں ہے جس کا نام ترجمان التراجم "ہے" پچھلے زمانہ میں ہندوستان کو بھی اس کا فخر حاصل ہوا ہے کہ محدث ہند

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاص خاص تراجم بخاری پر ایک رسالہ مدوّن فرمایا اور اپنے خاص حکیمانہ غور وفکر سے لوگوں پر ان تراجم کی قیمت واضح کی یہ رسالہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ آخر میں سب سے بڑا کام جو غالبًا اس سلسلے میں بے نظیر ہے وہ ہمارے شیخ کے شیخ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی تقریریں ہیں جنہیں ان کے بعض تلامذہ نے جمع کیا ہے اور وہ چھپ بھی چکی ہیں۔ ان تقریروں کے دیکھنے سے آدمی کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے مولانا مرحوم کو بخاری کے تراجم کی شرح ہی کے لئے پیدا کیا تھا جن نتائج اور حقایق کی طرف ان کا ذہن منتقل ہوا ہے اگلوں کی کتابوں میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں نہ پچھلوں کی کتابوں میں ذٰلك فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء[1]

بخاری شریف کی شرح وخلاصے | بیان تشنہ اور ادھورا رہ جائیگا اگر کچھ مختصر ذکر ان شروح ومختصرات کے کام کا نہ کر دیا جائے جو بخاری شریف کے متعلق اس وقت تک علمائے انجام دیا ہے علوم دینیہ کی کتب کی عمومًا وکتب علم حدیث کی خصوصًا اہمیت کا پتہ زیادہ تر ان کتابوں کے حواشی وشروح ہی کی بنا پر کیا جاتا ہے کیونکہ کسی کتاب کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے بالکل اسی طرح جس طرح آج کل کسی کتاب کی مقبولیت واہمیت کا اندازہ مختلف زبانوں میں تراجم کی بنا پر کیا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قدرت نے امام بخاری کو ایک ایسی عظیم دینی مہم سر کرنے میں کامیابی عطا کی کہ بہت جلد ان کی کتاب نے مسلمانوں میں اتنا بلند مقام حاصل کر لیا کہ مسلمانوں کی اکثریت میں اس وقت تک اس کتاب کا مقام قرآن کے بعد سمجھا جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز یہ کتاب بنی رہی۔ اپنے اپنے زمانہ میں مختلف پہلوؤں سے لوگ

---

[1] میرا اشارہ حضرت الاستاذ مولانا سید مناظر احسن الگیلانی صدر الشعبۃ الدینیہ فی جامعۃ العثمانیہ کی ذات گرامی کی طرف ہے ۱۲

اس کتاب پر کام کرتے رہے آسانی کے لئے ہم ان خدمات کو چند حصوں میں تقسیم کر کے بیان کرتے ہیں۔

بخاری کے خلاصے | جیسا کہ معلوم ہے بخاری میں بکثرت حدیثوں کی تکرار و اعادہ سے کام لیا گیا ہے نتائج کے استنباط میں امام بخاری نے جن دقیقہ سنجیوں کو پیش نظر رکھا ہے ان کی وجہ سے صحیح بخاری میں کسی حدیث کو تلاش کرنا ذرا دشوار ہے۔ یعنی یہ کہ تلاش کرنے والے کو اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں کہ امام نے اس حدیث کا تذکرہ کس باب میں کیا ہوگا علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے

قد رأيت جماعة من الحفاظ	حدیث کے حفاظ کے ایک گروہ کو میں پاتا ہوں
المتاخرين غلطوا في مثل هذا	کہ بسا اوقات وہ انکار کر دیتے ہیں کہ بخاری
فنفوا رواية البخاري احاديث	میں فلاں روایت نہیں پائی جاتی حالانکہ اس
وهي موجودة في الصحيح -	میں وہ موجود ہوتی ہے۔

دراصل اسی ضرورت کو محسوس کر کے لوگوں نے اس کتاب کے خلاصے تیار کرنے کی طرف توجہ مبذول کی سب سے پہلے ساتویں صدی ہجری میں علامہ جمال الدین ابو العباس احمد بن الانصاری القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے اسکندریہ میں بخاری کا ایک خلاصہ تیار کیا۔ ان کے بعد حلب کے ایک عالم بدر الدین حسن بن عمر بن حبیب الحلبی المتوفی ۷۷۹ھ نے "ارشاد السامع والقاری المنتقی من صحیح البخاری" کے نام سے ایک دوسرا خلاصہ مرتب کیا اس سلسلہ میں سب سے اچھا کام آخر میں نویں صدی ہجری کے ایک عالم زین الدین ابو العباس احمد بن احمد بن عبد اللطیف الشرجی الزبیدی نے انجام دیا اسی کا نام "التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح" ہے ۸۸۹ھ میں زبیدی اس کام سے فارغ ہوئے اور ۸۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا

علاوہ ان خلاصوں کے حاجی خلیفہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کے مشہور شارح مہلب ابن ابی صفرہ الازدی نے بھی کوئی خلاصہ تیار کیا تھا کشف الظنون میں ہے

وھو ممن اختصر الصحیح[1]	مہلب بن ابی صفرہ بھی ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے بخاری کا خلاصہ تیار کیا

مہلب کے اس خلاصہ کی شرح بھی ابو عبداللہ محمد بن خلف بن المرابط نے کی تھی۔ اس طرح مشہور صوفی مزاج محدث عبداللہ بن سعد بن ابی حمزہ الاندلسی نے صحیح بخاری سے تین سو حدیثوں کا انتخاب کرکے ایک مجموعہ تیار کیا اور خود ہی اس کی شرح لکھی جو چھپ چکی ہے۔ "بہجۃ النفوس" ان کی اس کتاب کا نام ہے زیادہ تر صوفیانہ معارف اور حقایق پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ نیز علاء الدین عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن احمد العباسی الشافعی المتوفی سنہ ۹۶۳ھ نے بخاری کی حدیثوں کا ابن اثیر کی جامع الاصول کی طرز پر ایک خلاصہ لکھا تھا جس میں سندیں حذف کردی گئی تھیں۔ انھوں نے اسی کے ساتھ ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

وانما علی ھامشہ بازاء کل حدیث حرفاً او حروفاً یعلم بھا من وافق البخاری علی اخراج ذلک لحدیث من اصحاب الکتب الخمسۃ	ہر حدیث کے سامنے انھوں نے ایک حرف یا چند حروف بطور رمز کے درج کئے ہیں جن سے معلوم ہوجاتا ہے اس حدیث کو صحاح ستہ کے باقی پانچ مصنفین میں سے کن کن کی کتابوں میں بخاری کی یہ حدیث پائی جاتی ہے۔

---

[1] کشف الظنون ج ۱۔ ص ۳۶۵

گویا اس سے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ بخاری کے سوا صحاح کی دوسری اور کن کن کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے انھوں نے ہر ہر کتاب کے اختتام پر اس کا بھی التزام کیا ہے۔

جاعلا علی اثر کل کتاب منه بابا لشرح غرایبه — کہ مشکل اور نادر الفاظ کا حل بھی ہر کتاب کے آخر میں کر دیا ہے جو اس کتاب کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں۔

ان خلاصوں کے سوا بعض لوگوں نے امام بخاری کے "معلقات" یعنی مقطوع السند روایتوں کے متعلق یہ کام کیا ہے کہ جن جن کتابوں میں وہی معلق حدیث سند کے ساتھ مذکور ہے اس سے نقل کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے اس باب میں سب سے اچھا کام حافظ ابن حجر کا ہے اپنی اس کتاب کا نام انھوں نے "تعلیق التعلیق" رکھا ہے جس کے متعلق مصنف کشف الظنون کی رائے ہے۔

هو کتاب حافل عظیم النفع فی بابه — یہ بڑی جامع حاوی اور نفع بخش کتاب ہے۔

بخاری کی شروح | اس گیارہ ساڑھے گیارہ سو سال کے عرصہ میں امام بخاری کی اس کتاب کی کامل و ناقص طویل، متوسط و مختصر شرحیں جتنی لکھی گئی ہیں ان کی حالت گویا جنود اللہ کی ہے کہ لا یعلم الا ھو۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ان شرحوں کی تھوڑی بہت تفصیل بھی کی ہے لیکن ان کا بیان کسی حد تک ناکافی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بخاری کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور مختلف زمانوں میں ترجمہ ہوئے ان میں کسی ایک شرح کا بھی بجز حسن صنعانی کی شرح کے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جیسے ہندوستان کے شارحین کا ذکر نہیں کیا گیا اور کن کن ممالک کی شروح کو حاجی خلیفہ نے چھوڑ دیا ہے۔

بہر حال اس وقت تک جو کچھ سرسری مواد بخاری کی شروح کے متعلق ملتا ہے سہولت

کے لئے ہم ان کو چند عنوانات کے تحت درج کریں گے ۔

ناقص شروح | کامل کتاب کی شرح جن سے نہ ہو سکی بلکہ کسی خاص حصہ پر پہنچ کر ان کا کام ختم ہو گیا ہے ان ناقص شرحوں میں سب سے بڑی شرح ایک حنفی عالم قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور الحلبی الحنفی کی ہے یہ آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہیں نصف بخاری تک ان کی شرح پہنچی ہے حاجی خلیفہ کا بیان ہے ۔

وھو فی عشر مجلدات — ان کی یہ ناقص شرح دس جلدوں میں ہے ۔

اس کے سوا ایک ناقص شرح شرف الدین النووی شارح مسلم کی ہے جو صرف کتاب الایمان تک ہے نیز حافظ عماد الدین ابن کثیر کی بھی ایک ناقص شرح پائی جاتی ہے حافظ ابن کثیر کے بعد حافظ ابن رجب الحنبلی المتوفی ۹۹۵ھ نے چاہا تو تھا کسی بڑی شرح کو تیار کرنا لیکن کتاب الجنایات پر پہنچ کر ان کا کام آگے نہ بڑھ سکا انھوں نے بھی اپنی شرح کا نام فتح الباری رکھا تھا ۔ اسی طرح سراج الدین بلقینی کی شرح بھی کتاب الایمان تک پہنچ کر رہ گئی ہے لیکن یہ حصہ بھی (۵۰۰) کراسہ میں ہے اس کا نام انھوں نے فیض الجاری رکھا تھا ۔

صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی نے "منح الباری بالسیح الفسیح الجاری" کے نام سے ایک شرح بخاری کی لکھنی شروع کی تھی لیکن ربع عبادات تک پہنچ کر کام رُک گیا تاہم یہ حصہ بھی دس جلدوں میں آیا ہے ۔ دیباچہ میں مصنف نے اپنے ارادے کو ظاہر کیا ہے کہ جس پیمانہ پر میں یہ شرح لکھ رہا ہوں ۔ کم از کم چالیس جلدوں میں وہ مکمل ہو گی مگر یہ عجیب بات ہے کہ امجد فیروز آبادی کے اس محدثانہ کام کو لوگوں نے اچھی نظروں سے نہیں دیکھا سخاوی نے التقی الفاسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ

ان المجد لم یکن بالماھر فی الصنعۃ — مجد فیروز آبادی حدیث کی صناعت کے

الحمدللہ۔ ماہر نہ تھے

اسی اسانید کے اسماء میں اس شخص سے بہت سی لغزشیں جو ہوئی ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اپنی اس شرح کو فیروزآبادی نے جیسا کہ الفاسی نے بیان کیا ہے زیادہ تر شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کی عبارتوں سے اپنی کتاب کو بھر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب "انباء الغمر" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صاحب قاموس کے زمانہ کے مشہور عارف شیخ اسماعیل الجبرتی۔ کا اثر لوگوں پر بہت زیادہ تھا اور وہ شیخ ابن عربی کے بہت بڑے حامی تھے اس رنگ کو دیکھ کر فیروزآبادی فتوحات مکیہ کی عبارتیں نقل کرتے چلے گئے ہیں۔ ابن حجر کا بیان ہے کہ ایک طرف تو اس شخص کا یہ حال تھا لیکن

"لما اجتمعت بالمجد اظهر انكار مقالات ابن عربي ودرايه

مجدالدین فیروزآبادی سے میری جب ملاقات ہوئی تو ابن عربی کے نظریات اور مقالات کا مرے سامنے انکار کیا یعنی ان کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اسی طرز کی ایک دوسری شرح ابوالفضل محمد الکمال بن محمد بن احمد النویری خطیب مکہ المتوفی ۸۷۳ھ کی بھی ہے۔ کشف الظنون میں ہے

هو اشرح مواضع فيه

بخاری کے چیدہ چیدہ مقامات کی شرح۔ اس شخص نے کی ہے۔

اسی طرح (مغرب اقصیٰ) کے مشہور عارف ابن مسدد و ابن مرزوق مشہور شارح قصیدہ بردہ نے بھی المتجر الربیح والمسعی الرجیح کے نام سے ایک شرح شروع کی تھی جو نامکمل رہ گئی۔ ناقص شروح کے سلسلہ میں شیخ ابی البقاء محمد بن علی بن خلد الاحمدی المصری نزیل مدینہ

وغیرہ بزرگوں کی شروح کا تذکرہ بھی کتابوں میں ملتا ہے۔

شروح کے ساتھ حواشی جو گویا اہم مقامات کی غیر مکمل شروح کی تعبیر ہے متعدد بزرگوں کی طرح ان کو منسوب کیا گیا ہے مثلاً ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی الحافظ المتوفی ۵۲۵ھ میں بخاری کے بعض مقامات پر حواشی لکھے ہیں نیز سلاطین آل عثمان کے عہد کے علماء ابن کمال پاشا کی فضل بن علی الجمالی اور مصلح الدین مصطفیٰ ابن شعبان مولانا محمد بن الکفوی مصنف طبقات الحنفیہ وغیرہ نے بخاری کی جستہ جستہ مقامات پر حواشی اور نوٹ لکھے ہیں۔

کامل مختصر شروح | اس سلسلہ میں سب سے اچھا ٹھوس اور مستند کام ابوسلیمان احمد ابن محمد بن ابراہیم کا ہے جو عام طور سے علامہ خطابی کے نام سے مشہور ہیں۔ شارحین بخاری میں شاید یہی سب سے پہلے آدمی ہیں، یہ تیسری صدی ہجری کے عالم ہیں سنہ ۳۰۸ھ میں ان کی وفات ہوئی حاجی خلیفہ نے ان کی شرح کے متعلق لکھا ہے۔

ھو شرح لطیف فیہ نکت لطیفۃ ولطائف شریفیہ	یہ ایک پاکیزہ لطیف شرح ہے جس میں لطیف نکتے اور شریف وقیمتی حقائق ملتے ہیں۔

اسی کا نام "اعلام السنن" ہے کتاب کے دیباچہ میں خطابی نے لکھا ہے کہ "معالم السنن" کی تصنیف سے بلخ میں جب فارغ ہوا تو اس شہر کے رہنے والوں کا مطالبہ ہونے لگا کہ بخاری کی بھی ایک شرح لکھ دوں اور یہ کتاب انہی کی مطالبہ کی تکمیل ہے۔ خطابی کی اس شرح پر امام محمد تیمی نے ایک نوٹ بھی لکھا ہے جس میں خطابی کی لغزشوں پر تنبیہ کرتے ہوئے صحیح بخاری کی ان مشکلات کا جو خطابی سے رہ گئے تھے حل پیش کیا ہے۔

(باقی آئندہ)